آپ کے قلب وجگر میں اس درجہ جگہ پیدا کرلی تھی کہ آپ موت کے بعد بھی اپنے ذرہائے خاک کو کسی عالم کی نزدیکی اور صحبت سے وابستہ دیکھنا چاہتے تھے چنانچہ شیخ الکل حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد کے قریب کی وہ جگہ جسے ایک شخص نے اپنے لئے منتخب کر رکھی ہے اسے پانچسو روپیہ دیکر اپنی آئندہ آرام گاہ کیلئے مخصوص کرنیوالے تھے مگر کامیاب نہ ہوئے۔ علالت سے کچھ ہی دن پہلے ایک موقع پر میانصاحب فرمانے لگے آخر میری موت کے بعد بھی تو یہی چیز پیش آئے گی۔ دہلی کے ایک معزز حاجی فیاض الدین کو ابھی چند ایام ہوئے کہ دفن کرتے وقت شیخ عبداللہ صاحب نے جو دارالحدیث رحمانیہ میں تعلیم حاصل کرتے ہیں دہلی کے عام دستور کے خلاف اسبات پر بہت اصرار کیا کہ ان کیلئے قبر میں لحد (بغلی) بنائی جائے اور بارہا لوگوں سے کہا اللحد والحدًا لیکن جب لوگوں نے توجہ نہ کیا تو اس وقت میانصاحبؒ نے فرمایا کہ چھوڑو تمہیں لحد کا خیال ہے تو میری قبر میں بنا دینا۔

جس طرح آپ کا ایک ایک منٹ خلق خدا اور دین اسلام کی خدمت میں صرف ہوتا تھا اور زندگی کا ایک ایک لمحہ شاندار تھا اُسی آن بان اور اسی شان کے ساتھ اپنی شہادت کے بھی متمنی تھے۔ چنانچہ ہیضہ کے پہلے حملہ کے بعد جب آپ کو ایک دن کیلئے افاقہ ہوا اور مدرسہ میں تشریف لائے تو فرمانے لگے مجھے دست آئے تھے اگر میں اس سے جانبر نہ ہوتا تو بمطابق حدیث شریف شہدار کے گروہ میں داخل ہو جاتا۔ مگر کون جانتا تھا کہ خداوند قدوس اپنے اس مخلص بندے کی تمنائے شہادت کو پامال نہیں کرے گا چنانچہ دوسرے دن کے دوسرے حملہ میں چند دن بیمار رہ کر خدا کے اِس محبوب نے صبح قیامت تک کیلئے آنکھیں بند کرلیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایثار مجسم کی زندگی کے مختصر حالات

(از مولوی عبدالقیوم صاحب بستوی متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

حضرت میانصاحب مرحوم کی پیدائش ۱۸۸۲ء کو شہر دہلی میں ہوئی آپ کی کل عمر ۵۵ سال کے قریب تھی آپ کے بال دین کبانی کی توسیع اور پھیلانے میں سفید ہوئے بچپن میں تھوڑی بہت تعلیم حاصل کر کے تجارت کے کام میں لگ گئے آپ کی طبیعت ابتدا ہی سے دین کی طرف راغب تھی۔ اور ہمیشہ سے علماء کے ہمنشین رہے۔

آپ کی صحبت خصوصاً مولانا عبدالعزیز صاحب محدث رحیم آبادی کے آپ بیحد معتقد تھے اور ان کی صحبت کا اتنا اثر پڑا کہ آپ محبت الٰہی کے رنگ میں رنگ گئے۔ جیسے وہ ولی اللہ صاحب ہمت اور سخی تھے ایسے ہی ان کی صحبت کی وجہ سے آپ بھی ایک صاحب ہمت وسخا اور مخلص دیندار بنگئے۔ مولانا کو بھی آپ سے اتنی محبت اور الفت تھی کہ کئی ایک چیزیں اپنی زندگی میں بطور یادگار آپ کو دے گئے تھے جو انگوٹھی آپ ہمیشہ پہنتے تھے وہ مولانا ہی کی عطا کردہ تھی یہ آپ کے ہاتھ میں آخیر وقت تک رہی۔

والد اور محترم بھائی کی عزت آپ نے اپنے والد کی اطاعت اور فرمانبرداری میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا اور اپنے محترم

بھائی حاجی عبدالرحمن صاحب مرحوم کی بھی بیحد عزت کرتے تھے جس کام کے لئے آپ کو حکم دیتے آپ فوراً سرتسلیم خم کر دیتے ایک مرتبہ ایک مقام پر زمینداری خریدی گئی یہ مقام قدرتاً ایسے موقع پر واقع تھا جہاں ہر قسم کی مصیبت کا ہر وقت خطرہ رہتا تھا آپ کے بڑے بھائی صاحب نے آپ کو وہاں جانے کا حکم دیا آپ کو اگرچہ اس مقام کی نگہداشت ناگوار تھی لیکن پھر بھی بڑے بھائی کا حکم نہیں ٹالا اور وہاں جا کر رہے۔

مدرسہ سے دلچسپی آپ نے ۱۹۲۲ء میں مدرسہ کے انتظام کو اپنے ہاتھ میں لیا اور اسے بام عروج پر پہنچایا آپ کا ارادہ موجودہ زمانے کی بے روزگاری کو دیکھکر طلبہ کے لئے شعبہ صنعت کھولنے کا تھا آپ نے عربی اگرچہ نہیں پڑھی تھی لیکن طلبہ کی صحبت کے باعث آسان عربی اکثر سمجھ جاتے تھے۔ ایک دفعہ مولوی عبداللہ صاحب نجدی نے مسجد میں عصر کے بعد کھڑے ہوکر عربی میں کچھ نصیحت کی ہم میں سے بعض نے پوری بات نہیں سمجھی لیکن میاں صاحب مرحوم مقصود بیان کو سمجھ گئے اور جواباً خود بھی کچھ فرمایا۔ کیسی ہی الجھی بات آپ کے سامنے کوئی کرتا آپ فوراً سمجھ جاتے تھے۔ آپ کی نیک کوششوں نے علم کو بہت پھیلایا آپ طلبہ کو اچھی اچھی نصیحتیں کرتے تھے اور ساتھ ہی عمل کرنے کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ آپنے مدرسہ کی مسجد میں کئی ایک مرتبہ خطبہ دیا اور طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ازار ٹخنہ سے نیچے تک پہننے سے بچو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی عادت ڈالو۔ جب کوئی تمہارا مسلمان بھائی ملے تو اسے سلام کرو یہ کیوں اسلئے کہ تم آئندہ قوم کے رہبر اور پیشوا ہونگے تمہارے والدین نے تمہیں علم دین سیکھنے کے لئے بھیجا ہے اسلئے خوب دل لگاکر پڑھو ایسی چیزیں کھانے سے بچو جو تمہاری صحت میں مخل ہوں۔ اسی قسم کے اور بہت سے نصائح آپ طلبہ کو کہا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی اگر کسی طالب علم کو ادنیٰ سی شکایت ہوتی تو آپ کو اسقدر تکلیف ہوتی گویا کہ پہلو میں خنجر نے شگاف کر دیا ہے طلبہ کی خوشی آپ کی خوشی تھی طلبہ کی تکلیف آپ کی تکلیف تھی۔

آپ کے اخلاق کریمہ اور انکساری کے متعلق قلم کو ہمت نہیں کہ لکھ سکے آپ طلبہ کی جوتیاں اپنے مبارک ہاتھوں سے سیدھی کر دیا کرتے تھے آپ طلبہ کے جھوٹے اور بچے ہوئے روٹی و سالن کو بے تکلف کھا لیا کرتے تھے آپ کی صبح و شام کی غذا اکثر معمولی ہوتی تھی چپاتی اور سبزی اکثر کھاتے تھے۔

اوقات صبح کا کھانا سات بجے اور شام کا مغرب کے بعد فوراً کھاتے تھے وقت کے بہت پابند تھے صبح سے دس بجے تک گھر کے بعض کاموں رشتہ داروں اور قرابتداروں کی ملاقاتوں میں مشغول رہتے بعد ازاں مدرسہ میں تشریف لاتے اور ظہر تک طلبہ سے گفتگو کرتے ان کی ضرورتوں کی طرف توجہ کرتے نماز سے فارغ ہونے کے بعد مدرسہ کے ایک حجرہ میں آرام فرماتے عصر سے پہلے بیدار ہو جاتے اور نماز عصر پڑھکر ایک آدھ گھڑی بیٹھ کر سیر کرنے کیلئے تشریف لیجاتے مغرب کی نماز پڑھکر کھانا تناول فرماتے رات کو گھر رہتے اور بوقت تین بجے بعض موسم میں ۲½ بجے تہجد کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تہجد سے فارغ ہونے کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کرتے بعد ازاں مدرسہ میں لڑکوں کو بیدار کرنے کیلئے تشریف لاتے اور نماز فجر ادا کر کے ایک آدھ گھنٹہ بیٹھتے پھر گھر تشریف لیجاتے آپ کے ہر روز کا پروگرام یہی تھا۔

اشارات شہادت یہ حقیقت ہے کہ مومنین صادقین کی زبان سے رب السموات والارض ایسی باتیں نکلواتا ہے جو واقع ہو کر رہتی ہیں ابتدائے مرض سے چند ہفتہ پیشتر میانصاحب کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے ایسے الفاظ نکلوائے جو بعد میں واقع ہو کر رہے۔ ایک[1] مرتبہ سیدنا میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر میں اپنی زندگی میں اپنی قبر کھودوا لوں تو کیا کوئی حرج ہے آخرکار میں نے آپ کی اس گفتگو کو بات ہی بات میں ٹالدیا۔ بیماری[2] سے تھوڑے روز قبل بطور وصیت فرمایا تھا کہ جب میری موت کی خبر پہنچے تو جہاں کہیں رہنا نماز جنازہ پڑھ لینا۔ اسی[3] طرح بیماری سے تھوڑے روز پہلے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمانے لگے کہ مدرسہ پر عذاب آنیوالا ہے اسی طرح اور بہت سے واقعات ہیں جو میاں صاحب کی کرامت پر دال اور بین ثبوت ہیں مدرسہ پر عذاب آیا اور بہت بڑا عذاب آیا مدرسہ کی ساری کنکریاں اور سارے درودیوار اور جملہ اہل مدرسہ نے آپ کے فراق میں آنسو بہایا۔ ایک[4] مرتبہ اسی سال دہلی میں ایک سوداگر کا انتقال ہوا میانصاحب ان کے جنازہ میں شریک ہوئے جب قبر کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ یہاں کے دستور کے مطابق ان کی قبر صندوقی تیار کی گئی ہے اس پر عرب صاحب مذکور نے اعتراض کیا کہ لحد (بغلی) ہونی چاہئے۔ آخر اختلاف بڑھتا ہوا معلوم ہوا تو فوراً میانصاحب آگے بڑھے اور عرب صاحب کو سمجھایا کہ چھوڑ دو۔ اگر ایسا ہی خیال ہے تو میری قبر میں لحد بنوا دینا[مم]۔ بیماری[5] سے دو ماہ قبل مردہ کے حق میں کھانا کھلانے کا مسئلہ میں نے چھیڑ دیا اس پر دیر تک گفتگو ہوتی رہی میں کہہ رہا تھا کہ فی زمانہ طلبہ کو اس قسم کا کھانا کھانا ٹھیک نہیں اسوقت میں میانصاحب نے مزاحاً فرمایا کہ میرے مرنے کے بعد میرے حق میں جو کھانا کھلایا جائے گا اس کو تم کھاؤ گے یا نہیں۔

غرض کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں اس قسم کی باتیں پہلے ہی سے ڈالدی تھیں یہ کسے معلوم تھا کہ یہ سب تمہیدات موت ہیں یہ کسے معلوم تھا کہ یہ غمخوار دین عمر کی پچپن بہاریں دیکھ کر یکم جون کی ساڑھے گیارہ بجے شب کو سب کو روتا مگر خود ہنستا اور مسکراتا ہوا ہم سے جدا ہو جائیگا۔

مرض الموت آپ کو ۲۳ مئی ۱۹۳۸ء کو کئی دست آئے عصر کے بعد میں نے آپ سے ملاقات کی حالت دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا آج کئی ایک دست آئے ہیں ڈاکٹر نے دوا بھی دی لیکن دست برابر جاری رہا آپ رات کو اپنے صاحبزادے حبیب الرحمٰن صاحب کی کوٹھی پر تشریف لیگئے اور وہیں رات گذاری دوسرے روز خدا کے فضل و کرم سے اچھے اور تندرست ہو گئے اس روز آپ سے ڈھائی گھنٹہ تک گفتگو ہوئی اس دن آپنے یہ بھی فرمایا تھا کہ انشاء اللہ مدرسے میں فاضل کا شعبہ قائم کرینگے میں یہ سنکر بہت خوش ہوا۔

لیکن آہ افسوس اسی رات کو پھر دست شروع ہو گئے صبح کے آٹھ بجے مدرسے میں خبر آئی کہ آپ سخت علیل ہیں لڑکوں نے اپنے اپنے قرآن شریف لیکر پڑھنا شروع کر دیا اور میانصاحب کی شفاء کیلئے دعائیں کرنے لگے۔ تیسرے روز جب آپ سخت بیمار ہوئے تو لڑکے اور ان سے سارے تعلق رکھنے والے گھبرا گئے اور اسی دن کئی دفعہ قرآن شریف اور بخاری شریف ختم کی گئی پنجشنبہ کے روز اجلاس میں استاذی جناب مولٰنا نذیر احمد صاحب نے آنسو بہاتے

مم یعنی صاف اشارہ تھا کہ اب میری قبر کھودی جانے کا بھی زمانہ قریب آگیا ہے۔ آہ!

ہوئے لڑکوں کے سامنے ایک نہایت رقت انگیز اور پر درد دعا کی جس پر لڑکوں کا پیمانہ صبر لبریز ہوگیا وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اس روز عشا کے بعد پھر موصوف نے ایک تقریر کی اور فرمایا کہ رات کو اٹھکر دو رکعت نماز ادا کرکے شفا کیلئے دعائیں کرو۔ اللہ تعالیٰ آخری شب میں آسمان پر اترتا ہے اور فرماتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے کچھ مانگے اور میں اُسے دوں لہذا اسوقت دعائیں کرنے کیلئے اٹھو یہ قبولیت کا وقت ہے۔ آخر کار شاید دعاؤں کا اتنا اثر ہوا کہ حالت والصحت ہوگئی جلد شفایاب ہوجانیکا سب کو یقین ہوگیا لیکن ہیضے نے دوبارہ حملہ کیا جس سے حالت ناگفتہ بہ ہوگئی سب گھبرا گئے اور یکم جون کی شب میں دس بجے خبر آئی کہ تم سب چلے آؤ لڑکے مع قرآن کے حاضر ہوگئے اور تھوڑی دیر سورہ یسین پڑھنے پائے تھے کہ میاں صاحب رح جنت الفردوس میں پہنچ گئے انا للہ وانا الیہ راجعون

اللہ اللہ یہ کتنی وحشتناک خبر تھی جس کے سنتے ہی دل پھڑکنے اور آنکھیں آنسو بہانے لگیں اور پاؤں ڈگمگانے لگے

وفات کے بعد لڑکوں کو اس حادثہ فاجعہ سے رات بھر نیند نہ آئی آپ کو فوراً غسل دے کر کفنا یا گیا لڑکوں نے چہرہ مبارک دیکھنے کی درخواست کی بھائی حبیب الرحمن صاحب نے چہرہ کھولا دروازے پر بھائی عبدالوہاب صاحب کھڑے تھے سینہ پر ہاتھ تھا اور آنکھوں میں آنسوؤں کا تلاطم لڑکے یکے بعد دیگرے دیکھ رہے تھے۔ وہ کس قدر رقت انگیز وقت تھا سب کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوگئے چہرہ کیا تھا ایک نور کا ٹکڑا اور لبوں پر مسکراہٹ آپ کو اگرچہ ایک ہفتہ میں کئی سو دست آئے تھے لیکن چہرہ پر سبحان اللہ نور برس رہا تھا۔ جنازہ آٹھ بجے یکم جون کو اٹھایا گیا راستہ میں ہجوم کا ہجوم ہر گلی سے جنازہ میں شرکت کیلئے آتا یہانتک کہ جنازہ مدرسہ رحمانیہ کے قریب پہنچا لوگوں کا ارادہ تھا کہ وضو قبرستان میں کیا جائے لیکن اتفاق سے مدرسہ کا دروازہ دیکھکر سب نے اس کی طرف رجوع کیا اور جنازہ عین اس مقام محترم پر جہاں مرحوم بیٹھا کرتے تھے رکھا گیا اس وقت اس منظر کو دیکھکر جگر پارہ پارہ ہوگیا آخر کار سب نے وضو کرلیا اور آدمیوں کی کثرت کے باعث نماز شاہی عیدگاہ میں ادا کی گئی اگرچہ شہر میں اچھی طرح اعلان نہیں کیا تھا لیکن پھر بھی جنازہ میں ایک انبوہ کثیر شامل ہوا جب جنازہ قبرستان میں پہنچا تو جو لوگ نماز میں شامل نہ ہوسکے تھے پھر سے پڑھنے کی درخواست کی مولانا محمد صاحب نے پہلے کی طرح یہاں بھی نماز پڑھائی، جنازہ دفن کرنے کے بعد پرخلوص دعائیں کی گئیں۔ مرحوم کے حق میں بہت سے صدقات و خیرات کئے گئے مولانا محمد صاحب کی مشہور ترجمہ کردہ کتاب یعنی دین محمدی لوگوں میں تقسیم کی گئی لیکن یاد رہے کہ رحمانیہ سے فیض اٹھانے والے طالبعلموں اور یہاں سے فارغ شدہ فاضلوں میں جب تک خون کا قطرہ بھی باقی رہے گا مرحوم کو ثواب پہنچتا رہے گا۔

آپ کی قبر مدرسہ رحمانیہ کے جنوب اور شاہی عیدگاہ کے غربی جانب میں واقع ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور ان پر بے انتہا رحمتیں برسائے آمین ثم آمین

آپ کی صلبی یادگار خدا کے فضل و کرم سے آپ پر دادا ہو چکے تھے۔ آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ کے علاوہ تین بیٹے یعنی حافظ فضل الرحمن صاحب و . . . .